Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Role of Muhajireen in the Formation of the State of Madinah: An Analytical Study of the Prophetic Welfare Strategy and Islamic Brotherhood

ریاستِ مدینہ کی تشکیل میں مہاجرین کا کردار: نبوی فلاحی حکمتِ عملی اور اخوتِ اسلامی کا تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1. Laraib Mushtaq (Corresponding Author)
Research Scholar, GC University, Lahore, Pakistan.
Laraibmushtaq1061@gmail.com

2. Dr. Uzma Saffat
Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore, Pakistan.

3. Dr. Musferah Mehfooz
Tenured Associate Professor Department of Humanities, COMSATS University Islamabad, Lahore Campus, Pakistan.

Citation

Mushtaq, Laraib, Dr. Uzma Saffat and Dr. Musferah Mehfooz." The Role of Muhajireen in the Formation of the State of Madinah: An Analytical Study of the Prophetic Welfare Strategy and Islamic Brotherhood."*Al-Marjān Research Journal* 3,no.3, Jul-Sep (2025): 65−83.

Submission Timeline

Received: May 06, 2025
Revised: Jun 15, 2025
Accepted: Jun 24, 2025
Published Online: Jul 08, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

© 2023 Al-Marjān Research Center.
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

The Role of Muhajireen in the Formation of the State of Madinah: An Analytical Study of the Prophetic Welfare Strategy and Islamic Brotherhood

ریاستِ مدینہ کی تشکیل میں مہاجرین کا کردار: نبوی فلاحی حکمتِ عملی اور اخوتِ اسلامی کا تجزیاتی مطالعہ

☆ لاریب مشتاق ☆ ڈاکٹر عظمیٰ صفات ☆ ڈاکٹر مسفرہ محفوظ

Abstract

This paper investigates the pivotal role of the *Muhajireen* in the establishment of the Islamic state of Madinah, with a focus on the prophetic welfare model implemented by the Prophet Muhammad ﷺ. The research traces the journey of the early Muslim community from the persecution in Makkah to their migration and eventual rehabilitation in Madinah, highlighting the transformative strategies employed by the Prophet ﷺ to build a just, inclusive, and spiritually enriched society. Key aspects of this welfare-oriented model include the *Mithaq-e-Madinah* (Constitution of Madinah), which secured inter-tribal unity and collective security; the institutionalization of *Mu'akhāt* (brotherhood between Muhajireen and Ansar), which fostered social cohesion; and the establishment of the Masjid as both a spiritual and socio-political center. The Prophet ﷺ's leadership provided not only immediate relief to the vulnerable migrants but also a sustainable framework for their economic integration, moral uplift, and active participation in state-building. The paper argues that this prophetic model was rooted in values of justice, equity, mutual care, and spiritual development, which transformed oppressed and displaced individuals into the backbone of the Islamic state. Furthermore, the study underscores the enduring relevance of these principles for contemporary societies facing challenges of migration, displacement, and community integration. By analyzing the prophetic strategies, this research contributes to a deeper understanding of how spiritual and moral foundations served as the cornerstone for governance, unity, and welfare in the formative period of Islamic civilization.

Keywords: Hijrah, Muhajireen, Prophetic Welfare Strategy, Brotherhood (Mu'akhāt), Constitution of Madinah, Islamic State Formation

تعارف موضوع

اسلام کی ابتدائی تاریخ میں مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو شدید مظالم اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قریش نے انہیں معاشی طور پر کمزور کیا، گھروں سے بے دخل کیا اور ان کے مال و جائیداد چھین لیے۔ ایسے کٹھن حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ مہاجرین اپنی زمین، سرمایہ اور رشتہ داروں سے محروم ہو کر مدینہ پہنچے اور ایک بے سہارگی کی کیفیت میں تھے۔ ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کے دکھوں کا مداوا کیا بلکہ ایک ایسے فلاحی اور منظم معاشرتی و سیاسی ڈھانچے کی بنیاد رکھی جس نے اسلامی

☆ ریسرچ اسکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی واسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ ہیومینٹیز، COMSATS یونیورسٹی اسلام آباد، لاہور کیمپس، پاکستان۔

ریاست کو جنم دیا۔ آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے مختلف قبائل کو ایک معاہدہ کے تحت متحد کیا، مواخات کے ذریعے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت قائم کی، روزگار کے مواقع فراہم کیے اور مسجد نبوی کو مرکز بنا کر دین و دنیا کی اصلاح کی راہیں کھولیں۔ مہاجرین نے انصار کے ساتھ مل کر اسلامی ریاست کی تعمیر میں مرکزی کردار ادا کیا۔ یہ فکری و عملی حکمتِ عملی نہ صرف مہاجرین کی بحالی کا ذریعہ بنی بلکہ معاشرے میں عدل، مساوات اور فلاح کے اصولوں کو راسخ کرنے کا سبب بھی ثابت ہوئی۔

اسلامی ریاست کی بنیاد

1 . مدینہ کا تاریخی پس منظر اور ہجرت کا آغاز

مدینے کا پرانا نام یثرب تھا۔ قرآن پاک میں بھی یہی نام (یثرب) آیا ہے۔ عربی زبان میں یثرب کے معنی "خراب" اور "اجڑا ہوا" کے ہیں۔ یثرب کی آب و ہوا بھی خراب تھی اور یہاں کا بخار بھی بڑا مشہور تھا۔ آپ نے یثرب (مدینے) کا نام بدل کر المدینہ رکھ دیا۔ مدینہ کا معنی ہے "شہر"۔ یہ شہر المدینة النبی (نبی کا شہر) کے نام سے مشہور ہوگیا۔ آپ نے مدینے میں غلے کی فراوانی کی بھی دعا فرمائی۔ آپ نے یہ بھی دعا فرمائی کہ اللہ تعالی مدینے کی فضا کو صحت بخش بنادے اور وہاں سے بخار کا خاتمہ فرما دے۔ اللہ تعالی نے آپ کی تمام دعائیں قبول فرمائیں۔ اس کے علاوہ مدینے کے مشہور قبیلے (اوس اور خزرج) مدتوں سے آپس میں لڑائیاں لڑتے چلے آرہے تھے۔ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے ان دونوں قبیلوں میں مشہور جنگ بعاث ہوئی تھی جس میں دونوں قبیلوں کا قتل عام ہوا تھا۔ آپ کی آمد سے یہ قبیلے آپس میں بھائی بھائی بن گئے مگر اس سے یہودیوں کو سخت صدمہ پہنچا۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے اس وقت روئے زمین پر پہلا "دار الاسلام" وجود میں آیا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اسلامی حکومت اپنے بانی اوّل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت اور رہنمائی میں قائم ہونے والی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جو پہلا کام کیا، وہ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنے کے لیے تین بنیادی کام تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں کیے، وہ درج ذیل ہیں:

ا۔ مسجد کی تعمیر

2۔ جملہ مسلمانوں پر عمومی طور پر اور مہاجرین وانصار کے درمیان خصوصی طور پر مواخات کا قیام

3۔ دستور کی تحریر جس میں مسلمانوں کی آپس کی زندگی کا نظام متعین کیا گیا اور مسلمانوں کے دوسری قوموں سے تعلقات کے اصول عمومی طور پر وضع کیے اور بالخصوص یہود کے ساتھ تعلقات کے اصول بیان کیے۔[2]

2 . پہلا اقدام: مسجد کی تعمیر

i. **زمین کی خریداری اور آغاز تعمیر:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کیلئے وہی جگہ منتخب کی جہاں اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور بنفس نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک ہوگئے۔

[1] Manẓūr Nāṣir, Rāy, *Sīrat al-Nabī* (n.p.: n.p., n.d.), 101.
[2] Al-Būṭī, Muḥammad Saʿīd Ramaḍān, Dr., *Fiqh al-Sīra*, trans. Muḥammad ʿImrān Anwar Nizāmī, Mawlānā Ḥāfiẓ (Lāhawr: Farīd Book Stall, September 2009 CE), 247.

ii. **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا جوش وخروش:** آپ اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے تھے:

اللهُمَّ لا عيْش إلاَّ عيش الْاخرة   فاغْفِرْ لِلْانْصارِ والْمُهاجِرة

"اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔" یہ بھی فرماتے:

هذا الحمال لا حمال خيبر   هذا ابر ربنَّا واطْهرُ

"یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے۔ یہ ہمارے پروردگار کی قسم زیادہ نیک اور پاکیزہ ہے۔

آپ کے اس طرز عمل سے صحابہ کرام کے جوش وخروش اور سرگرمی میں بڑا اضافہ ہو جاتا تھا چنانچہ صحابہ کرام کہتے تھے:

لانِ قعدْنا والنبيَّ يعملُ   لذاك مِنالْعملُ الْمُضلل

"اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کام کریں تو ہمارا یہ کام گمراہی کا کام ہو گا۔" اس زمین میں مشرکین کی چند قبریں تھیں۔ کچھ ویرانہ بھی تھا۔ کھجور اور غرقد کے چند درخت بھی تھے۔ رسول اللہ نے مشرکین کی قبریں اکھڑوا دیں، ویرانہ برابر کرادیا اور کھجوروں اور درختوں کو کاٹ کر قبلے کی جانب لگا دیا۔ اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا۔"

iii. **تعمیراتی خاکہ:** دروازے کے بازو کے دونوں پائے پتھر کے بنائے گئے۔ دیواریں کچی اینٹ اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت پر کھجور کی شاخیں اور پتے ڈلوا دیئے گئے اور کھجور کے تنوں کے کھمبے بنا دیئے گئے۔ زمین پر ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں (چھریاں) بچھا دی گئیں۔ تین دروازے لگائے گئے۔ قبلے کی دیوار سے پچھلی دیوار تک ایک سو ہاتھ لمبائی تھی۔ چوڑائی بھی اتنی یا اس سے کچھ کم تھی۔ بنیاد تقریبا تین ہاتھ گہری تھی۔[3]

فرش چونکہ بالکل خام تھا، بارش میں کیچڑ ہو جاتی تھی، ایک دفعہ صحابہ نماز کیلئے آئے تو کنکریاں لیتے آئے اور اپنی اپنی نشست گاہ پر بچھا لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور سنگریزوں کا فرش بنوایا۔[4]

iv. **ازواج مطہرات کے ہجرے:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے بازو میں چند مکانات بھی تعمیر کئے جن کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کے تنوں کی کڑیاں دے کر کھجور کی شاخ اور پتوں سے بنائی گئی تھیں۔ یہی آپ کی ازواج مطہرات کے ہجرے تھے۔ ان ہجروں کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے یہیں منتقل ہو گئے۔[5]

v. **مسجد کی تعمیر میں مہارت پر مبنی کام کی تقسیم:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص سے وہی کام لیتے تھے جس میں وہ ماہر ہوتا تھا۔ حضرت طلق بن علی حنفی یمامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی تعمیر میں مصروف صحابہ سے فرماتے تھے: "اس یمامی کو مٹی کے قریب کرو۔ یہ اپنے پاؤں سے خوب اچھی طرح مٹی کو گوندھتا ہے۔"

vi. **حضرت عمار کا جذبہ محبت:** حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی مسجد کی تعمیر میں بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے۔ دیگر صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے جبکہ حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[3] Mubārakpūrī, Ṣafī al-Raḥmān, Mawlānā, *Al-Raḥīq al-Makhtūm* (Lāhawr: al-Maktaba al-Salafiyya, n.d.), 254.

[4] Mubārakpūrī, *Al-Raḥīq al-Makhtūm*, 254.

[5] Mubārakpūrī, *Al-Raḥīq al-Makhtūm*, 254.

کی طرف سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انُ کی کمر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا:"ابن سمیہ عام لوگوں کے لیے ایک اجر ہے لیکن تجھے دو اجر ملیں گے۔ اور (دنیا کے) زاد راہ سے تیرا آخری حصہ دودھ کا ایک گھونٹ ہے۔ تو باغی جماعت کے ہاتھوں قتل ہو گا۔"[6]

vii. **اذان کا آغاز اور اس کی اہمیت:** مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اور مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد مسلمانوں نے نماز باجماعت کیلئے جمع ہونا شروع کر دیا۔ وہ کسی اذان کے بغیر ہی مسجد میں اجایا کرتے۔ گویا بعض نمازی وقت پر اور بعض اگے پیچھے ہو جایا کرتے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ ہو جس سے مسلمان نماز اور جماعت کا وقت جان سکیں۔ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوق یا ناقوس کا مشورہ دیا لیکن اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصری کے استعمال کی وجہ سے انہیں ناپسند فرمایا۔ پھر حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان کے متعلق خواب آیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنهَّا لرُؤْيا حقٌّ إن شاءالله فقمْ مع بِلال فألْقِها عليْهِ فانه أنْدى صوتا مِنْك »[7]

"یہ خواب ان شاء اللہ سچا ہے۔ اٹھو اور یہ کلمے بلال کو سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اذان کی آواز سنی تو اپنے گھر سے نکل آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے بھی خواب میں ایسے ہی دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کا شکر ہے۔ غرض اذان صرف نماز کے وقت کا اعلان نہیں بلکہ اسلامی تشخص اور وحدت کا اعلان تھا۔ یہ ریاستی نظم، مذہبی آزادی اور اجتماعی شناخت کا اعلان تھا۔

viii. **صفہ (مدینے کی پہلی اقامتی جامعہ):** اس آبادکاری کا بہترین موقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس وقت ایا، جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔ اس جغرافیائی تبدیلی کے سبب پہلے قبلے کی دیوار خود بخود مسجد نبوی کی پشت پر آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر چھت تعمیر کرنے کا حکم دیا اور یہ جگہ صفہ یا ظلہ کہلانے لگی جس کے لغوی معنی چبوترے یا سائے کے ہیں، اسے تین جانب سے کھلا رکھا گیا تھا۔[8] یہ چبوترہ دن کے وقت تعلیم گاہ کا کام دیتا اور رات کے وقت بے خانماں لوگوں کے سونے کی جگہ بنتا۔ گویا یہ پہلی اقامتی یونیورسٹی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی۔[9]

اصحاب صفہ نے اپنے آپ کو حصول علم کیلئے وقف کر دیا تھا اور عبادات کی خاطر یہ حضرات مستقل مسجد میں قیام کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اصحاب صفہ کا خاص خیال رکھتے تھے، جب بھی آپ کو کہیں سے صدقہ موصول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کچھ لیے بغیر جوں کا توں اصحاب صفہ کیلئے روانہ کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بھی اس بات پر ابھارا کرتے تھے کہ وہ اصحاب صفہ پر زیادہ سے زیادہ خرچ کریں۔ صفہ پر مستقل رہائش رکھنے والوں کی تعداد ستر کے قریب رہتی تھی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ یہ تعداد بہت بڑھ جایا کرتی تھی، یہاں تک کہ اکیلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بعض اوقات اسی اسی لوگوں کی دعوت کرتے تھے، جبکہ باقی اہل صفہ دیگر

---

[6] Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī* (Mumbai: Dār al-ʻUlūm, October 2012 CE), 1:484.
[7] Al-Jazā'irī, Abū Bakr Jābir, Shaykh, *Sīrat Ḥabīb* (n.p.: al-Nūr International, 2012 CE), 248.
[8] Al-ʻUmarī, Akram Ḍiyā', *Madani Muʻāshara (fī ʻAhd Risālat)*, trans. ʻAzrā Nasīm Fāruqī (Islāmābād: Idāra Taḥqīqāt, July 2005 CE), 112.
[9] Muḥammad Ḥamīd Allāh, Dr., *Khuṭbāt Bahāwalpur* (Islāmābād: Idāra Taḥqīqāt Islāmī, 2007 CE), 214.

صحابہ کے مہمان ہوتے تھے۔ وہ غریبانہ اور زاہدانہ زندگی کے عادی تھے۔ لیکن اصحاب صفہ نے حصول علم اور عبادت میں گہری مشغولیت کے باوجود اپنے آپ کو معاشرتی زندگی میں حصہ لینے اور جہاد میں شرکت کرنے سے الگ تھلگ نہیں رکھا تھا۔[10]

ix. **مسجد نبوی کا ہمہ جہت کردار:** مسجد نبوی، جب سے تعمیر ہوئی، اول تو مسلمانوں کی عبادت گاہ تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کے تمام اہم معاملات انجام پانے کا مرکز بھی بن گئی۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

* کمزور، فقیر اور غیر شادی شدہ مہاجرین جو اپنے لیے جداگانہ گھر بنانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، ان کی پناہ گاہ بھی مسجد تھی۔ وہ یہیں رہتے تھے، یہیں سوتے جاگتے اور کھاتے پیتے تھے۔ انھیں اہل صفہ کہا جاتا تھا۔
* اکا دکا کمزور خواتین جو بیرونی قبائل سے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آگئیں اور ان کے پاس رہائش کا کوئی انتظام نہ تھا۔ وہ بھی مسجد ہی میں رہتی تھیں، مثلاً: وہ حبشی لونڈی جس کے لیے مسجد کے ایک کونے میں چھپر بنایا گیا تھا۔
* مسلمانوں کے لیے دینی تعلیمات کے حصول کا مرکز بھی مسجد ہی تھی اور ایک جامع درسگاہ کا کام دیتی تھی۔
* دعوت نبوی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے خلاف کفار و مشرکین کے شعری حملوں کے جواب میں مسلمانوں کی محفل شعر و سخن بھی مسجد ہی میں منعقد ہوتی تھی۔
* کافر و مشرک جنگی قیدیوں کو مسجد ہی میں باندھا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والے عبرت حاصل کریں اور وہ قیدی بھی مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھیں اور ان کی مقدس زبانوں سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ سنیں تاکہ وہ متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیں۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ان کا واقعہ اس کی ایک مثال ہے۔ وہ قید ہو کر آئے تھے۔ مسجد نبوی میں اسیر رہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل اخلاق و کرم سے ایسے گھائل ہوئے کہ مسلمان ہو گئے۔
* مسلمان جنگی زخمیوں کے علاج کے لیے خیمے بھی مسجد ہی میں لگائے جاتے تھے۔ غزوۂ احزاب میں رفیدۃ کا خیمہ مسجد میں نصب کیا گیا۔
* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کا استقبال بھی مسجد ہی میں کیا جاتا تھا۔ اردگرد کے سفیر اور قاصد بھی مسجد ہی میں حاضر ہوتے تھے۔
* مجاہدین کے لشکر اور دستے یہیں تشکیل پاتے اور انھیں جھنڈے بھی یہیں دیے جاتے تھے۔
* مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد ہی میں ملاقات کرتے تھے۔ مجلس مشورہ و مذاکرہ بھی مسجد ہی میں ہوتی تھی۔ اس کے دو فائدے تھے: قائد محترم ہر وقت اپنی رعایا کے ساتھ گھل مل کر رہتے اور ان کے حالات سے بخوبی آگاہ رہتے اور عوام اپنے تمام مسائل کسی تاخیر یا تکلیف کے بغیر اپنے قائد گرامی کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کو مسجد ہی میں ایک دوسرے سے ملاقات کے مواقع میسر آتے تھے۔ جس کے نتیجے میں ان میں اخوت و محبت کے جذبات فروغ پاتے رہتے تھے۔ ہمارے زمانے کے قائدین اور عوام اس فہم سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسجد صرف عبادت کی جگہ ہے۔[11]

[10] Muḥammad Ḥamīd Allāh, Dr., *Khuṭbāt Bahāwalpur* (Islāmābād: Idāra Taḥqīqāt Islāmī, 2007 CE), 214.
[11] Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:487.

اسباق و نصائح

* کسی بھی اسلامی معاشرے کے قیام کی پہلی بنیاد مسجد ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشرے میں عقیدے، عمل اور آداب کی جو مضبوطی اور رسوخ پیدا ہوتی ہے اس کا منبع اور مرکز مسجد ہے اور یہ سب چیزیں مسجد کی روح اور نظام سے پھوٹتی ہیں۔ نیز گھروں میں نماز پڑھنے کی بجائے مسجد میں نماز پڑھنے سے مساوات کو بھی فروغ ملتا ہے۔
* بعض فقہاء احناف نے نابالغ بچوں کے صحت تصرف پر استدلال کیا ہے اور دلیل کے طور پر وہ حدیث طیبہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یتیم نابالغ بچوں سے کھلیان والی زمین کا سودا کیا اور ان سے وہ زمین مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے خریدی اگر نابالغ بچوں کا تصرف صحیح نہ ہوتا تو آپ ان دونوں سے وہ زمین نہ خریدتے (یہ مذکورہ بالا موقف چند فقہاء کا ہے۔) جب کہ جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ وہ نابالغ بچہ جو ابھی سن رشد کو نہیں پہنچا اس کا معاملات میں تصرف صحیح نہیں ہے۔
* پرانی قبروں کو اکھیڑ کر زمین ہموار کر دینا جائز ہے اور یہ کہ اگر وہ مٹی بنا دی جائے جس میں میتیوں کا خون اور پیپ شامل ہو گیا ہو تو اس زمین پر نماز ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر وہ زمین پاک کر دی گئی ہو تو وہاں مسجد بھی بنانا جائز ہے۔ اسی طرح یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جس زمین میں میتیوں کو دفن کیا گیا ہو اور پھر اس پر کافی عرصہ بیت چکا ہو تو اس کی فروخت جائز ہے اور اس کی ملکیت اس کے مالک کے پاس باقی ہے اور اگر اس نے یہ زمین وقف نہ کی ہو تو اس کے بعد یہ ورثاء میں تقسیم بھی ہو گی۔ صاحب تصنیف کی رائے یہ ہے کہ جس زمین کو وقف نہیں کیا گیا تھا وہاں پر بنی ہوئی قبروں کو اکھیڑ کر جگہ درست کر کے مسجد بنانا تو جائز ہے لیکن اگر وہ زمین قبروں وغیرہ کے لیے وقف کی گئی تھی تو پھر اس وقف شدہ زمین کو کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں۔[12]
* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجز پڑھنا یا دوسروں کے اشعار پڑھنا اس امر کی دلیل ہے کہ شعر کہنا جائز ہے، خصوصا جنگی ترانے یا اجتماعی اہمیت کی مہم میں ہمت بڑھانے والی نظمیں کہنا ایک مستحسن عمل ہے۔
* مسجد نبوی کی تعمیر میں ظاہری تکلف اور سجاوٹ کا خیال نہیں رکھا گیا، لہذا اہل علم نے مساجد میں نقش و نگاری اور ضرورت سے زیادہ تزیین و آرائش کو مکروہ سمجھا ہے بلکہ بعض علما نے حرمت کا فتوی بھی دیا ہے۔[13] لیکن بعض علما کے نزدیک مساجد کو عالی شان بنانا جائز اور مستحسن ہے۔[14]
* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر میں خود حصہ لیا، حلانکہ اپ اللہ کے رسول اور مدینے کی اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔ لیکن یہاں پر اپ نے یہ پیغام دیا کہ اپ قیصر و کسری اور دیگر بادشاہوں اور سرداروں کی طرح نہیں ہیں بلکہ اپ کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ اس عمل سے صحابہ کے دلوں میں اپ کی عقیدت اور محبت میں مزید اضافہ ہوا۔ گویا اپ نے ٹیم ورک کا عملی نمونہ پیش کیا۔
* مسجد نبوی میں صرف نماز ہی نہیں ادا کی جاتی تھی بلکہ یہاں تمام سرکاری امور بھی نمٹائے جاتے تھے گویا مسجد نبوی ہر خاص و عام کے لیے ایک اہم مقام تھا۔ آج کل نماز کے بعد ہماری مساجد کو تالے لگ جاتے ہیں اور زیادہ تر مساجد صرف نماز کے لیے ہی مختص ہیں۔ مسجد نبوی

---

[12] Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:487.
[13] Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:487.
[14] Al-Būṭī, Muḥammad Saʿīd Ramaḍān, *Fiqh al-Sīra*, 252.

کے استعمال سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بھی اپنی مساجد کو کمیونٹی سنٹر، لائبریری، فیصلہ سازی، نکاح، تعلیم و تربیت، فری ڈسپنسری، فری ٹیوشن سنٹر اور دیگر اسلامی اور رفاہی کاموں کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

* اصحاب صفہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو لوگ کل وقتی (Full-time) تعلیم حاصل کرنا چاہیں ان کے لیے مدرسے اور رہائشی ہاسٹل ہونے چائیں اور یہ سارے اخراجات حکومت یا معاشرہ برداشت کرے تاکہ طلبہ اور طالبات (Students) پوری لگن سے دین کا علم حاصل کر سکیں۔

* آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی والی جگہ سے درختوں کو کٹوا کر ضائع نہیں کیا بلکہ انہیں مسجد کے قریب دوبارہ سے لگوا دیا۔ اس سے آپ کی شجر کاری (Tree Plantation) اور ماحولیات (Environment) سے محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ماحول اور شجر کاری وغیرہ کے تصورات اس وقت (چودہ سو سال پہلے) تک لوگوں نے سنے بھی نہیں تھے۔[15] مدینہ کی اسلامی ریاست محض ایک سیاسی نظام نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر تہذیبی، معاشرتی اور روحانی تحریک کا نقطۂ آغاز تھی، جو آج بھی امت مسلمہ کے لیے رہنمائی کا روشن مینار ہے۔ اس ریاست کی بنیاد جس پہلی اینٹ پر رکھی گئی، وہ مسجد تھی۔ یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ اگر کسی اسلامی معاشرے کی تشکیل مطلوب ہو تو اس کی اساس مسجد پر ہونی چاہیے۔ تاہم مسجد صرف عبادت کا مقام نہیں، بلکہ تعلیم، مشاورت، عدل و انصاف اور سماجی فلاح کا مرکز بھی ہے۔ مدینہ کی مسجد نبوی اس جامع کردار کی عملی مثال تھی، جہاں سے اسلامی معاشرے کی ہر جہت کو توانائی حاصل ہوئی۔

3. دوسرا اقدام: مواخات

i. **پس منظر:** مکے سے جن لوگوں نے مدینے ہجرت کی، انہیں مختلف معاشی، معاشرتی اور صحت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بات تو سب لوگ جانتے ہیں کہ مہاجرین اپنے اہل وعیال اور اپنا بیشتر مال و دولت مکے ہی میں چھوڑ کر آ گئے تھے۔ یہ لوگ تجارت میں تو مہارت رکھتے تھے جو قریش کا خاص امتیازی وصف تھا، لیکن زراعت اور صنعت کے شعبوں سے یہ حضرات قطعاناآشنا تھے، جب کہ مدینے کا معاشی نظام تمام کا تمام زراعت اور صنعت پر ہی قائم تھا۔ تجارت کے لیے چونکہ سرمایہ درکار ہوتا ہے، اس لیے مہاجرین فوری طور پر ایک نئے معاشرے میں اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ مدینے کی نوزائیدہ ریاست بے شمار مسائل سے دوچار تھی جن میں سرفہرست مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ تھا۔ مہاجرین اس علاقے میں نووارد اور اس معاشرے سے مکمل طور پر ناواقف تھے۔ وہ اپنے اہل وعیال اور تمام احباب کو مکے میں چھوڑ آئے تھے جن کے ساتھ اب ان کا کوئی رابطہ نہ تھا۔ اس وجہ سے وہ مدینے میں شدید قسم کی تنہائی کا شکار تھے اور اپنی سرزمین کی یاد سے بھی بیگانہ نہیں تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ نئے شہر کی آب وہوا بھی ان کے پرانے وطن سے مختلف تھی جس کی وجہ سے کچھ مہاجرین بخار میں مبتلا ہو گئے۔ انہیں فوری توجہ کی ضرورت تھی، اور ایسا عارضی حل چاہیے تھا جو میزبانی کی عمومی رسوم ہی تک محدود نہ ہو۔[16] انصار مدینہ نے مہاجرین کی مدد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انہوں نے ایثار اور خلوص کی وہ اعلی مثالیں قائم کیں جو کتاب اللہ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دینے کی مستحق قرار پائیں:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[17]

[15] Manẓūr Nāṣir, Rāy, *Sīrat al-Nabī*, 106.
[16] Al-ʻUmarī, Akram Ḍiyā', *Madani Muʻāshara*, 87.
[17] Al-Ḥashr, 59:2.

"اور وہ (انصار) انہیں اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ خود فاقے ہی سے ہوں۔"

ii. **انصار کی سخاوت اور نظام مواخات کی بنیاد:** انصار مدینہ نے سخاوت اور فیاضی کا اعلی معیار پیش کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: "ہمارے باغات مہاجرین اور ہم میں تقسیم کر دیجیے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لا، قال: يكْفوُنكُمُ المْؤُنة ويشْرِكُونكُمْ فِي الثمَّرِ » "نہیں۔ یہ تمہارے باغات میں کام کاج کریں گے اور پیداوار میں تمہارے ساتھ شریک ہو جایا کریں گے۔" انصار نے کہا: "جیسے آپ کی مرضی۔" آپ کا فرمان سر آنکھوں پر۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: «إن إخِوانكُمْ قدْ تركُواالْأمْوال والْأوْلاد وخرجُوا إلِيْكُمْ" تمھارے مہاجر بھائی اپنے مال و اولاد چھوڑ چھاڑ کر تمھارے پاس آ گئے ہیں۔" انصار نے کہا: "ہم اپنی جائدادوں سے انھیں حصہ دیے دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أو غيرُ ذلِك؟" کیا اس کے علاوہ کوئی صورت ہے؟" انصار نے پوچھا: "اللہ کے رسول! وہ کیا؟" فرمایا: هُمْ قوْ م لاَّ يعْرِفُون الْعمل ، فتكْلِفُوْنهُمْ و تقُاسِمُونهُمُ الثمَّر »" یہ لوگ کھیتی باڑی نہیں جانتے (لہذا انھیں زمین دینے کا کوئی فائدہ نہیں) تم ان سے کام لو اور پھل میں انھیں حصہ دے دیا کرو۔" وہ کہنے لگے: "ٹھیک ہے۔"[18]

اسی طرح انصار نے اپنی تمام اضافی اراضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو ہمارے مکانات بھی آپ کے لیے حاضر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے مہاجر صحابہ کرام کے لیے اس زمین پر کچھ مکانات تعمیر کرائے جو انصار نے پیش کی تھی اور کچھ اس زمین پر جو کسی کی ملکیت نہیں تھی۔ انصار کے اس فیاضانہ برتاؤ نے مہاجرین کے دل موہ لیے۔ وہ انصار کی سخاوت اور فیاضی کا برملا اعتراف کیا کرتے تھے۔[19]

iii. **نظام مواخات کی قانون سازی:** مہاجرین کے لیے انصار کے تمام تر مالی ایثار اور فیاضی کے باوجود ضرورت اس بات کی تھی کہ ایک ایسا نظام قائم کر دیا جائے جس میں مہاجرین کو قانونی طور پر ایک باعزت مقام حاصل ہو جائے۔ بالخصوص مہاجرین کا مرتبہ اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ ان کے مسائل کو اس طرح حل کیا جائے کہ وہ خود کو انصار کے اوپر بوجھ محسوس نہ کریں۔ بنابریں مواخات کے نظام کو ایک قانونی حیثیت دے دی گئی۔[20]

لہذا جب مسجد کی تعمیر ختم ہوئی تو اپ نے انصار کو طلب کیا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان پر لوگ جمع ہوئے، مہجرین کی تعداد ۴۵ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: یہ تمہارے بھائی ہیں۔ پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو دو شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو اور اب وہ در حقیقت بھائی بھائی تھے۔ انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جا کر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دیا کہ آدھا اپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔[21]

[18] Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:493.
[19] Al-'Umarī, Akram Ḍiyā', *Madani Mu'āshara*, 88.
[20] Al-'Umarī, Akram Ḍiyā', *Madani Mu'āshara*, 89.
[21] Al-'Umarī, Akram Ḍiyā', *Madani Mu'āshara*, 89.

iv. **مواخات کے تحت حاصل باہمی حقوق و فرائض:** مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کے قیام کے لیے جو قانون بنایا گیا، اس کے نتیجے میں باہم بھائی بننے والے دو اشخاص کو ایک دوسرے کے اوپر خاص حقوق حاصل ہو گئے تھے، جن میں سے ایک یہ تھا کہ وہ باہم معاونت کیا کریں گے، اور یہ باہمی معاونت کسی خاص معاملے کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ زندگی کے تمام مسائل پر محیط تھی۔ خواہ وہ مادی مسائل ہوں یا روحانی۔ ایک دوسرے کی مدد اور دیکھ بھال سے لے کر باہمی محبت اور دوستانہ روابط تک اس تعاون کے دائرے میں شامل تھے، یہاں تک کہ مواخات کے نظام میں یہ امر بھی شامل تھا کہ دو افراد جو آپس میں بھائی قرار دیے گئے ہیں، قطع نظر دیگر رشتہ داروں کے، وہ ایک دوسرے کی وراثت کے بھی حقدار ہوں گے۔ ان تمام حقوق نے مواخات کے رشتے کو اتنا گہرا اور اتنا مضبوط بنا دیا تھا کہ خونی اور نسلی تعلق بھی اس کے آگے ماند پڑ گیا تھا۔[22] پھر جب اسلام مظبوط ہو گیا، مسلمانوں کی شیرازہ بندی ختم ہو گئ، اجنبیت ختم ہو گئ، کاروبار زندگی رواں دواں ہو گیا، معاشی پریشانیاں ختم ہو گئیں تو اللہ تعالی نے مواخات کی بنا پر قائم وراثت ختم کر دی اور مومنین کا باہمی بھائی چارہ برقرار رہا۔[23] اس کے بارے میں یہ ایت نازل ہوئی:

وَ اُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰی بِبَعۡضٍ فِیۡ کِتٰبِ اللّٰهِ [24]

"اور (خون کے) رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔"

v. **اخوت اور ایثار کی عظیم مثال:** روایات سے پتا چلتا ہے کہ انصار نے دل کی گہرائیوں سے مواخات کی پاسداری کی اور اس پر عمل درامد کرنے میں اپنے انتہائی جزبات کا اظہار کیا۔ ان میں سے ایک منفرد مثال حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ (انصاری) اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (مہاجر) کی ہے۔ حضرت سعد نے پورے جذبہ اخوت کے ساتھ اپنے مواخاتی بھائی عبد الرحمن سے کہا: انصار میں میں سب سے زیادہ مال دار ہوں آپ میرا مال دو حصوں میں بانٹ کر (آدھا لے لیں) اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں جو زیادہ پسند ہو مجھے بتا دیں میں اسُے طلاق دے دوں اور عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے شادی کر لیں۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے۔ آپ لوگوں کا بازار کہاں ہے؟ لوگوں نے انہیں بنو قینقاع کا بازار بتلا دیا۔ وہ واپس آئے تو ان کے پاس کچھ فاضل پنیر اور گھی تھا۔ اس کے بعد وہ روزانہ جاتے رہے۔ پھر ایک دن آئے تو ان پر زردی کا اثر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے شادی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت کو مہر کتنا دیا ہے؟ بولے ایک نواہ گٹھلی کے ہموزن یعنی کوئی سوا تولہ سونا۔[25]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انصار نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجر بھائیوں کا اعزاز و اکرام کیا تھا اور کس قدر محبت، خلوص، ایثار اور قربانی سے کام لیا تھا اور مہاجرین ان کی اس کرم و نوازش کی کتنی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا جبکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کر سکتے تھے۔

22 Al-ʻUmarī, Akram Ḍiyā', *Madani Muʻāshara*, 89.
23 Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:498.
24 Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:498.
25 Mubārakpūrī, Ṣafī al-Raḥmān, *Al-Raḥīq al-Makhtūm*, 257.

vi. مواخات کے اہم پہلو

* مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد دفاع اور مہاجرین کی آبادکاری اہم مسائل تھے۔ چونکہ مہاجرین کا تعلق عدنانی عرب سے تھا اور انصار کا تعلق اوس اور خزرج سے تھا۔ ان کے عادات و اطوار کافی مختلف تھے۔ آپ نے انصار و مہاجرین کے درمیان تہذیبی اختلاف کو ختم کرنے کے لیے مواخات کا نظام قائم کیا تاکہ اتحاد اور ہم آہنگی پیدا ہو۔ عبداللہ بن ابی اور یہودی مسلمانوں میں نسلی و تہذیبی اختلافات کو ہوا دے کر انتشار پھیلانا چاہتے تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و تربیت سے ان کی یہ سازشیں ناکام ہو گئیں۔
* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد ایک اہم منصوبہ یہ بھی تھا کہ آزاد شدہ غلاموں (موالی) کو فکری و نفسیاتی پستی سے نکال کر آزاد انسانوں کے برابر لایا جائے تاکہ وہ معاشرے میں فعال کردار ادا کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے مواخات میں انہیں ممتاز شخصیات سے جوڑا گیا، جس سے ان کی ذہنی و اخلاقی تربیت ہوئی اور قائدانہ صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلیفہ بنائے جانے کا ارادہ اس تربیت کی کامیابی کی مثال ہے۔ بعد میں یہی موالی علم حدیث، تفسیر اور فقہ جیسے شعبوں کے بڑے امام بنے، جن کے بغیر اسلامی علوم کا تصور ممکن نہیں۔
* مواخات کا ایک اہم تعلیمی پہلو یہ تھا کہ اس کے ذریعے ہر مسلمان گھر غیر رسمی تعلیمی ادارہ بن گیا۔ مہاجرین کو مکی دور کی تعلیم، وحی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا گہرا تجربہ حاصل تھا، جبکہ انصار اس سے محروم تھے۔ مواخات کے ذریعے یہ علمی و روحانی سرمایہ انصار تک منتقل ہوا۔
* عمل مواخاۃ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انصار و مہاجرین ایک دوسرے کے معاشی تجربات اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ انصار نے مہاجرین سے تجارت کا تجربہ حاصل کیا اور مہاجرین نے انصار سے زراعت کا تجربہ حاصل کیا۔ یوں مہاجرین نے انصار کے تعاون سے یہاں نہ صرف تجارتی سرگرمیاں شروع کیں بلکہ زراعت کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کیں۔[26]

اسباق و نصائح

* کسی بھی ریاست کی تعمیر و ترقی کی اساس وہاں بسنے والی قوم کی وحدت اور امداد باہمی پر قائم ہوتی ہے۔ یہ وحدت اور امداد باہمی، بھائی چارے اور محبت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ کوئی بھی سلطنت جو افراد کے درمیان عدل و انصاف کو عملی طور پر قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اس کو چاہیے کہ لوگوں کے درمیان اخوت و الفت کا رشتہ استوار کرے۔ اگر دلوں میں حسد و بغض پیدا ہو جائے تو پھر ظلم و زیادتی کی بدترین صورت پیدا ہو گی جو سارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔[27]
* مہاجرین نے انصار کو صرف مال میں شریک نہیں کیا بلکہ دینی، روحانی، اور تجارتی تجربات میں بھی شریک کیا، جس سے معاشرہ متوازن اور متحرک بنا۔

[26] ‘Abd al-Ra’ūf Ẓafar, Prof. Dr., *Maqālāt Sīrat* (Bahāwalpur: Islāmiyya University, 2005 CE), 188.
[27] Al-Būṭī, Muḥammad Sa‘īd Ramaḍān, *Fiqh al-Sīra*, 257.

* آج کل آئے روز جنگیں ہوتی رہتی ہیں اور لوگوں کو ایک سے دوسرے شہر یا ایک سے دوسرے ملک کی طرف ہجرت کرنا پڑتی ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے حکومتوں کے وسائل کم پڑ جاتے ہیں۔ پھر اقوام متحدہ وغیرہ سے امداد کی اپیلیں کی جاتی ہیں لیکن میرے آقا کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس مسئلے کا ایک زبردست، قابل عمل اور پائیدار حل دیا جو آج بھی پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔
* مواخات سے انصار اور مہاجرین کے درمیان دل کے رشتے مزید گہرے ہو گئے اور کسی بھی قوم کے افراد کی آپس کی محبت اس ملک کی خوشحالی اور سالمیت کی ضمانت ہوتی ہے۔
* امیر صحابہ کرام کو یہ پیغام دیا گیا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کی ذاتی کمائی یا ذاتی محنت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہے لہٰذا ان کے مال میں اسلام کا سب سے زیادہ حق ہے اور یوں مال کی محبت پر کاری ضرب لگائی گئی۔[28]

درج بالا گفتگو سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مہاجرین نے اہل مدینہ سے علم و ہنر سیکھا جس سے علمی میدان میں بڑی تبدیلی آئی اور وہ جلد ہی دنیا کی قیادت کے لیے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مواخات کا اقدام بہت کامیاب رہا جس سے انصار و مہاجرین کے درمیان گہرا تعلق، محبت اور تعاون پیدا ہوا اور ایک نئی تہذیب وجود میں آئی جس کی بنیاد اسلامی عقائد، اچھے اخلاق اور نیک اعمال تھے۔ مواخات کا عمل آج بھی دہرایا جا سکتا ہے، صرف وراثت میں شرکت کا پہلو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ بے گھر مہاجرین کو مال و متاع میں شریک کر کے ان کے مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔ بوسنیا، برما، فلپائن میں مسلمانوں پر مشکلات ہیں۔ امت مسلمہ کو ان مسائل سے نکلنے کے لیے مواخات کے ادارے کو دوبارہ زندہ کرنا چاہیے۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کو اس سلسلے میں قدم اٹھانا چاہیے اور سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے کیونکہ اسی میں ہماری نجات اور کامیابی کا راز ہے۔

4. تیسرا اقدام: میثاق مدینہ

مدینہ شہر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دستور جو صحیفہ مرتب فرمایا تھا اسے نئی حکومت کے لئے تیسری بنیاد کا درجہ حاصل تھا، یا دوسرے الفاظ میں وہ تاریخ تمدن میں پہلے معاشرتی معاہدہ کا تیسرا رکن تھا۔[29]

i. **میثاق مدینہ کی ضرورت و اہمیت:** مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد رسول اللہ کو شہر کی سیکورٹی اور دفاع کے معاملات کی طرف متوجہ ہونا پڑا کیونکہ مشرکین مکہ نے اہل مدینہ کو یہ الٹی میٹم بھجوایا کہ "ہمارے دشمن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دو (نعوذ باللہ) یا شہر سے نکال دو ورنہ ہم خود کوئی کارروائی کریں گے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم اور غیر مسلم تمام قبائل کے سرداروں کو بلوایا اور تجویز کیا کہ وفاقی طرز کی ایک شہری ریاست تشکیل دی جائے جس میں ہر رکن قبیلہ کو اندرونی خود مختاری حاصل ہو جبکہ دفاع سمیت کچھ ضروری اختیارات مرکزی انتظامیہ کے پاس ہوں۔ تقریباً سب نے رضامندی ظاہر کی چنانچہ تمام شریک نمائندوں کے مشورے سے ریاست کا تحریری آئین تیار کیا گیا۔ یہ آئین جو ہم تک پہنچا ہے دنیا کی تاریخ میں درحقیقت کسی سربراہ ریاست کا وضع کردہ قدیم ترین تحریری دستور ہے۔ دستور کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہودیوں نے بھی شہری ریاست کو تسلیم کیا۔[30]

---

[28] Manẓūr Nāṣir, Rāy, *Sīrat al-Nabī*, 107.

[29] ʻAbd al-Ḥalīm ʻUways, Dr., *Risālat ke Sāye mein*, trans. Muqtadā Ḥasan Azharī, Dr. (Banāras: Idāra al-Buḥūth al-Islāmiyya wa al-Daʻwa wa al-Iftāʼ bi al-Jāmiʻa al-Salafiyya, n.d.), 107.

[30] Ḥamīd Allāh, Dr., *Muḥammad Rasūl Allāh kī Ḥukūmat wa Jānashīnī* (Lāhawr: al-Maktaba al-Raḥmāniyya, 2006 CE), 15.

ii. **معاہدے کے شرکا:** یہ تحریری معاہدہ مدینہ کے مندرجہ ذیل طبقوں کے درمیان ہوا:

۱۔ محمد نبی رسول اللہ

۲۔ مسلمانان قریش مکہ ساکنین شہر مدینہ

۳۔ مدینہ کے مسلمان

۴۔ مدینہ کے یہودی

۵۔ مدینہ کے نصرانی

۶۔ مدینہ کے غیر مسلم[31]

iii. **میثاق مدینہ کا مضمون:** اس تحریر کو پرانی کتابوں میں تو "کتاب" یا "صحیفہ" کہا گیا مگر جدید مورخین نے اسے "دستور" یا "میثاق یا وثیقہ" کا نام دے دیا ہے۔ اس کی دفعات مختصراً درج ذیل ہیں:

اَ. **مسلمانوں سے متعلقہ شقیں**

* مسلمان چاہے وہ قریش سے تعلق رکھتے ہوں یا یثرب سے، وہ مقامی ہوں یا باہر سے آ کر یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ مل گئے ہوں اور ان کے ساتھ مل کر اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں ہوں، سب (بلا امتیاز) ایک امت شمار ہوں گے اور باقی لوگ دوسری امت۔ مومنین کے تمام گروہ (مہاجرین، بنو ساعدہ، اوس وغیرہ) آپس میں دیت بھرنے، قیدی چھڑانے اور باہمی حق وانصاف کے سلسلے میں ایک دوسرے سے پورا تعاون کریں گے اور مسلمان اپنے میں سے کسی غریب ونادار اور قرض وتاوان کے بوجھ تلے دبے ہوئے شخص کو تنہا نہیں چھوڑیں گے بلکہ دیت اور فدیے میں اس سے بھرپور تعاون کریں گے۔ تمام متقی مومن ظالم کے خلاف یک جان ہوں گے اور سختی سے اس کی مخالفت کریں گے، چاہے وہ انھی کا بیٹا ہو۔
* سب مسلمانوں کی پناہ ایک ہوگی جو اللہ کے نام پر دی جائے گی۔ ایک ادنی مسلمان بھی کسی کو ایسی پناہ دے سکے گا اور سب پر اس کی تعمیل واجب ہوگی۔ سب مسلمان ایک دوسرے کے مخلص دوست اور مددگار ہوں گے۔
* اگر کوئی یہودی مسلمان ہو جائے تو نہایت ہمدردی کے ساتھ اس کی مدد کی جائے گی۔ اس کے متعلقین میں سے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔

ب. **مشرکین سے متعلقہ شقیں**

* کوئی مشرک کسی قریشی (اہل مکہ) کے جان مال کو پناہ نہیں دے گا اور ان کے خلاف مومنوں کی کارروائی میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔
* قریش اور ان کے حلیف اگر صلح کی پیشکش کریں تو ان سے صلح ہو سکتی ہے، البتہ جو قریشی مسلمانوں کی مخالفت کریں اور آمادہ جنگ رہیں ان سے کوئی صلح نہیں۔
* قریش اور ان کے مددگاروں کو کسی قسم کی پناہ نہیں دی جائے گی۔

31 Ḥaydarābādī, Ḥamīd Allāh, Dr., *Siyāsī Wathīqa Jāt*, trans. Abū Yaḥyā Imām Khān Nūshahrī, Mawlānā (Lāhawr: al-Maktaba al-Raḥmāniyya, 2005 CE), 35.

ج. یہود سے متعلقہ شقیں

* اگر مومنین کی کسی سے لڑائی یا مخالفت ہو گی تو یہودی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔
* بنو عوف کے یہودی مومنین کے حلیف شمار ہوں گے۔ وہ اپنے دین پر قائم رہ سکتے ہیں۔ ان کے غلاموں کو بھی انھی جیسے حقوق حاصل ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کو حاصل ہیں۔
* یہودیوں میں سے کسی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر معاہدے سے خارج نہیں کیا جا سکے گا۔
* یہودی اپنا خرچہ برداشت کریں گے اور مسلمان اپنا۔ اس میثاق پر دستخط کرنے والوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی لڑے گا تو سب ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں گے۔ اس کے تمام شرکاء مظلوم کی مدد کریں گے۔

د. انتظامی شقیں

* اس معاہدے میں شریک ہونے والے تمام فریقوں کے لیے یثرب (مدینہ) حرم ہو گا۔ یہاں پناہ حاصل کرنے والا بھی شرکائے معاہدہ کے مانند ہو گا نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ جرم کا ارتکاب کیا جائے گا۔ شرکاء کی باہمی رضامندی کے بغیر کسی کو یہاں پناہ نہ دی جا سکے گی۔ اس دستاویز پر دستخط کرنے والوں کے مابین کوئی جھگڑا یا اختلاف پیدا ہو جس سے معاشرے کے امن و امان کو خطرہ لاحق ہو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔
* اس دستاویز پر دستخط کرنے والے ہر اس شخص کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کریں گے جو مدینہ پر حملہ آور ہو گا۔
* مدینہ کا کوئی باسی مدینہ میں رہے یا کسی کام سے باہر جائے اُسے امن حاصل ہو گا، البتہ ظالم اور مجرم کو کوئی تحفظ نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے حامی اور مددگار ہوں گے جو نیکی، وفاداری اور تقویٰ پر کاربند رہے گا۔
* یہ میثاق نہایت اہم ہے اور موجودہ دور کے محققین نے اسے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن انتظام، اسلامی حکومت کے نظم و ضبط، دوسری حکومتوں اور قوموں کے ساتھ تعلقات اور اسلام کے سیاسی نظام کی بنیاد قرار دیا ہے اور تمام قانون پسند افراد نے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اسے انتہائی سبق آموز، دور رس اور نہایت اہم دستاویز قرار دیا ہے۔[32]

iv. میثاق مدینہ کی اہمیت و حکمت

* یہ دنیا کی قدیم ترین جامع دستوری دستاویز ہے۔
* علماء نے اس دستاویز میں درج کسی بھی حکم کو منسوخ نہیں کہا سوائے اس بات کے کہ جزیہ لیے بغیر یہودیوں یا غیر مسلموں سے کوئی معاہدہ کیا جائے۔ یہ جزیہ والی آیت سے منسوخ ہے۔
* بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہودیوں کے ساتھ تعلقات کی جو وضاحت اس میثاق میں موجود ہے، وہ اس آیت کے حکم کے مطابق ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ [33]

---

[32] Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:501.
[33] Al-Mumtaḥanah, 60:8.

" اللہ تمھیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کی اور انھوں نے تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے نیکی کرو اور ان سے انصاف کرو بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

* یہ دستاویز انسانی زندگی کے مختلف گوشوں پر حاوی نہایت اہم اور جامع دستاویز ہے۔
* اس میں بڑے اہم دستوری مبادیات بیان کر دیے گئے ہیں، مثلا:
* امت کی تشکیل عقیدہ اور دین کی بنیاد پر ہے۔ اس لیے مسلمان دنیا بھر میں جہاں بھی ہوں اور جس رنگ و نسل کے ہوں، وہ اُمت مسلمہ کی ناقابل شکست وحدت کا حصہ ہیں۔
* وطن کے لحاظ سے ایک جماعت کی تشکیل میں اُس علاقے میں رہنے والے غیر مسلم بھی شامل ہو سکتے ہیں۔
* عام معاملات میں مساوات ضروری ہے۔
* مجرمین کو پناہ دینا جرم ہے۔
* حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر یہودی معاہدے سے نہیں نکل سکتے۔
* مال اور عزت کے سلسلے میں ہر ظلم و زیادتی منع ہے۔
* کسی رکن کی دشمن سے انفرادی صلح تسلیم نہیں کی جاسکتی۔
* قریش یعنی دشمن کو پناہ دینا ممنوع ہے۔
* قاتل سے قصاص لیا جائے گا، یعنی ہر انسانی جان اور زندگی محترم ہے۔
* حکومت اور وطن کے دفاع میں ہر شخص کو حصہ لینا ہو گا۔
* اگر مملکت کے کچھ لوگ دشمن کے ہاتھوں قید ہو جائیں تو انھیں ہر ممکن طریقے سے چھڑایا جائے گا۔
* مقروض لوگوں کی طرف سے ادائے قرض کا اہتمام کیا جائے گا۔
* اچھے رسوم ورواج برقرار رہیں گے۔
* عقیدے اور دین میں آزادی کا حق ہر شہری کو حاصل ہو گا۔ پڑوسی کے حقوق ادا کرنے ضروری ہیں۔
* مسلمان کا خصوصی احترام ہے، یعنی کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔
* مدینہ منورہ حرم (عزت احترام والی جگہ) ہو گا۔
* مدینہ منورہ میں باہر سے آنے والوں کو اہل مدینہ کی اجازت کے بغیر کوئی حقوق و احترام حاصل نہ ہوں گے۔
* اس دستاویز کی شقوں کے متعلق پایا جانے والا ہر اختلاف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر ختم ہو جائے گا۔[34]

میثاقِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت، سماجی ہم آہنگی اور بین المذاہب رواداری کا زندہ نمونہ ہے۔ یہ دنیا کی اولین تحریری دستوری دستاویز ہے جس نے مدینہ کو ایک متحدہ شہری ریاست کی صورت دی۔ اس میں امت کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی، مگر غیر مسلموں کو بھی

[34] Mahdī Rizq Allāh, Dr., *Sīrat Nabawī*, 1:516.

مکمل شہری حیثیت دی گئی۔ اس معاہدے نے جنگ، امن، دفاع، سماجی انصاف، مذہبی آزادی اور قانونی خود مختاری کے اصول متعین کیے۔ مسلمانوں، یہودیوں، مشرکین اور دیگر قبائل کے مابین مساوات، باہمی تعاون اور ذمہ داریوں کی واضح تقسیم کی گئی۔ اس دستاویز نے یہ بھی ثابت کیا کہ اسلامی ریاست کا قیام کسی زبردستی پر نہیں بلکہ باہمی رضامندی، عدل و انصاف، اور رواداری پر ممکن ہے۔ میثاقِ مدینہ نہ صرف اُس وقت کے لیے امن و استحکام کا ذریعہ بنا بلکہ آج بھی مذہبی، سماجی اور سیاسی ہم آہنگی کی لازوال مثال کے طور پر قابلِ تقلید ہے۔

5. اسلامی ریاست کا اخلاقی و روحانی خاکہ

اس حکمت بالغہ اور اس دور اندیشی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے معاشرے کی بنیادیں استوار کیں لیکن معاشرے کا ظاہری رخ در حقیقت ان معنوی کمالات کا پرتو تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و ہم نشینی کی بدولت یہ بزرگ ہستیاں بہرہ ور ہو چکی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے تھے اور انہیں محبت و بھائی چارگی، مجد و شرف اور عبادت و اطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔

* مدنی معاشرہ بنیادی طور پر محبت اور باہمی ہمدردی کی بنیاد پر قائم ہوا تھا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: "مسانوں کی ایک دوسرے سے محبت، ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی، اور ایک دوسرے کی طرف التفات و تعاون کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو باقی سارا جسم بیماری اور بخار کے ذریعے اس کا ساتھ دیتا ہے۔"۔[35]

موانست، باہمی محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ قربت کا احساس وہ جذبات ہیں جن کی بنیاد پر مسلم معاشرے کے تمام افراد آپس میں اپنے تعلقات استوار کرتے ہیں، چاہے وہ بوڑھے ہوں یا جوان، امیر ہوں یا غریب، اور حاکم ہوں یا محکوم۔ اسلامی تعلیمات بھی اس بات پر زور دیتی ہیں کہ معاشرے میں محبت کا فروغ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مومن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہکرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"[36]

مسلم معاشرہ خود غرضی اور استحصال سے پاک ہوتا ہے، جہاں معاشرے کے تمام افراد زندگی کے مسائل سے نمٹنے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ: "جو کوئی اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالی اس کی مدد کرے گئے۔[37]

اللہ سبحانہ وتعالی اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا ہے جب تک اس کا بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔ مسلمانوں کے درمیان آپس کے تعلقات کا دارومدار باہمی احترام پر ہے۔ کوئی امیر کسی غریب کو حقیر نہیں سمجھ سکتا، نہ کوئی حاکم کسی محکوم کو اور نہ کوئی طاقتور کسی کمزور کو نیچا دکھا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔[38]

---

[35] Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj, Imām, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣila wa al-Ādāb, Bāb Tarāḥum al-Mu'minīn, Ḥadīth No: 2586 (Nishāpūr: Dār al-Khilāfa al-'Ilmiyya, 1330 AH).

[36] Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Īmān, Bāb al-Dalīl 'alā an min Khiṣāl al-Īmān, Ḥadīth No: 45.

[37] Al-Sijistānī, Abū Dāwūd, Imām, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Ādāb, Bāb fī al-Mu'ūna lil-Muslim, Ḥadīth No: 4946 (Bayrūt: Dār al-Fikr, 1994 CE).

[38] Al-Sijistānī, Abū Dāwūd, Imām, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Ādāb, Bāb fī al-Mu'ūna lil-Muslim, Ḥadīth No: 4946 (Bayrūt: Dār al-Fikr, 1994 CE).

مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر غصے کی حالت میں کسی مسلمان کے اپنے بھائی کے ساتھ تعلقات کمزور ہو جائیں، یا ٹوٹ جائیں تو یہ حالت تین دن سے زیادہ باقی نہیں رہنی چاہیے۔ ارشاد مبارک ہے: "ایک مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ سلام کلام بند رکھے۔"[39] محبت کی ان بنیادوں کو تحائف اور ہدایا کے لین دین سے مستحکم کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے "باہم تحائف دیا کرو، کیونکہ تحفہ عداوت دور کرتا ہے۔"[40] ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اسلام میں کونسا عمل بہتر ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور شناسا اور غیر شناس سبھی کو سلام کرو۔[41]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ ان کا چہرہ مبارک دیکھا تو اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے پہلی بات جو ارشاد فرمائی وہ یہ تھی، اے لوگو سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔[42] آپ ﷺ فرماتے تھے: "وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے مامون و محفوظ نہ رہے۔"[43] اور فرماتے تھے: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔"[44] اور فرماتے تھے: "مومن، مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔"[45] اور فرماتے "آپس میں قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے سے بے رخی نہ اختیار کرو، باہم دشمنی و بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاو۔"[46] اور فرماتے: "تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو تم پر آسمان والا مہربانی کرے گا۔"[47] اور فرماتے: "وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کھالے اور اس کے بازو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا رہے۔"[48] اور فرماتے: "مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔"[49] آپ ﷺ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اسے

---

[39] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣila ʿan Rasūl Allāh (ﷺ), Bāb mā jāʾa fī Karāhiyyat al-Hijr lil-Muslim, Ḥadīth No: 1932.

[40] Khaṭīb Tabrīzī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, Imām, *Mishkāt al-Maṣābīḥ*, Kitāb al-Buyūʿ, Bāb yajibu an yataḥādda al-ākhir, Ḥadīth No: 3027 (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, n.d.).

[41] Al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb, Imām, *Sunan al-Nasāʾī*, Kitāb al-Īmān wa Sharāʾiʿihi, Bāb ayy al-Islām Khayr, Ḥadīth No: 5003 (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, n.d.).

[42] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb Ṣifat al-Qiyāma wa al-Raqāʾiq wa al-Waraʿ, Bāb mā jāʾa fī Ṣifat al-Nabī (ﷺ), Ḥadīth No: 2485.

[43] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb Ṣifat al-Qiyāma wa al-Raqāʾiq wa al-Waraʿ, Bāb mā jāʾa fī Ṣifat al-Nabī (ﷺ), Ḥadīth No: 2485.

[44] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb Ṣifat al-Qiyāma wa al-Raqāʾiq wa al-Waraʿ, Bāb mā jāʾa fī Ṣifat al-Nabī (ﷺ), Ḥadīth No: 2485.

[45] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Imām, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Maẓālim wa al-Ghaṣb, Bāb Naṣr al-Maẓlūm, Ḥadīth No: 2446 (Bayrūt: Dār al-Fikr, 1993 CE).

[46] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣila ʿan Rasūl Allāh (ﷺ), Bāb mā jāʾa fī al-Ḥasad, Ḥadīth No: 1935.

[47] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣila ʿan Rasūl Allāh (ﷺ), Bāb mā jāʾa fī Raḥmat al-Nās, Ḥadīth No: 1924.

[48] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣila ʿan Rasūl Allāh (ﷺ), Bāb mā jāʾa fī Raḥmat al-Nās, Ḥadīth No: 1924.

[49] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣila ʿan Rasūl Allāh (ﷺ), Bāb mā jāʾa fī Raḥmat al-Nās, Ḥadīth No: 1924.

ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ شمار کرتے تھے۔ نیز آپ ﷺ صدقے اور خیرات کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے ایسے ایسے فضائل بیان فرماتے تھے کہ اس کی طرف دل خود بخود کھنچتے چلے جاتے۔[50]

اسی طرح آپ یہ بھی بیان فرماتے کہ کن عبادات کے کیا فضائل ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا کیا اجر و ثواب ہے؟ پھر آپ پر آسمان سے جو وحی آتی آپ اس سے مسلمانوں کو بڑی پختگی کے ساتھ مربوط رکھتے۔ آپ وہ وحی مسلمانوں کو پڑھ کر سناتے اور مسلمان آپ کو پڑھ کر سناتے تاکہ اس عمل سے ان کے اندر فہم و تدبر کے علاوہ دعوت کے حقوق اور پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا شعور بھی بیدار ہو۔اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی اخلاقیات بلند کیں، ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلند ترین اقدار و کردار کا مالک بنایا، یہاں تک کہ وہ انسانی تاریخ میں انبیاء کے بعد فضل و کمال کی سب سے بلند چوٹی کا نمونہ بن گئے۔اس طرح کی کوششوں کی بدولت نبی ﷺ مدینے کے اندر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے جو تاریخ کا سب سے زیادہ باکمال اور شرف سے بھرپور معاشرہ تھا اور اس معاشرے کے مسائل کا ایسا خوشگوار حل نکالا کہ انسانیت نے ایک طویل عرصے تک زمانے کی چکی میں پس کر اور اتھاہ تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مار کر تھک جانے کے بعد پہلی بار چین کا سانس لیا۔اس نئے معاشرے کے عناصر ایسی بلند و بالا تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوئے جس نے پوری پامردی کے ساتھ زمانے کے ہر جھٹکے کا مقابلہ کر کے اس کا رخ پھیر دیا اور تاریخ کا دھارا بدل دیا۔[51]

خلاصہ بحث

ریاستِ مدینہ کا قیام صرف ایک سیاسی پیش رفت نہ تھی بلکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بصیرت، اخلاقی تربیت اور سماجی حکمتِ عملی کا نتیجہ تھا۔ مہاجرین نے مدینہ پہنچ کر اپنے مال و اسباب کھو دیے لیکن نبی کریم ﷺ نے انہیں عزت، روزگار، رہائش اور بھائی چارے کے رشتے فراہم کیے۔ آپ ﷺ نے ایثار، ہمدردی، عفو و درگزر اور مساوات جیسے اوصاف کو عام کیا، جس کے نتیجے میں مہاجرین و انصار ایک جسم کی مانند ہو گئے۔ یوں ایک ایسا معاشرہ تشکیل پایا جو عدل، خدمت اور فلاح پر قائم تھا۔ مہاجرین نے ابتدا میں مشکلات کے باوجود صبر و قناعت اختیار کی اور جلد ہی اسلامی ریاست کے مضبوط ستون بن گئے۔ اس طرح نبوی فلاحی ماڈل نے ایک ایسی ہمہ جہت ریاست کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد روحانی بالیدگی، سماجی وحدت اور معاشی انصاف پر تھی، اور جس کی مثال تاریخِ انسانی میں ناپید ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

- ‘Abd al-Ra’ūf Ẓafar. *Maqālāt Sīrat*. Bahāwalpur: Islāmiyya University, 2005.
- Al-Būṭī, Muḥammad Sa‘īd Ramaḍān. *Fiqh al-Sīra*. Translated by Muḥammad ‘Imrān Anwar Nizāmī. Lāhawr: Farīd Book Stall, 2009.
- Al-Jazā’irī, Abū Bakr Jābir. *Sīrat Ḥabīb*. n.p.: al-Nūr International, 2012.
- Al-Nasā’ī, Aḥmad ibn Shu‘ayb. *Sunan al-Nasā’ī*. Bayrūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, n.d.
- Al-Sijistānī, Abū Dāwūd. *Sunan Abī Dāwūd*. Bayrūt: Dār al-Fikr, 1994.
- Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ‘Īsā. *Sunan al-Tirmidhī*. Bayrūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, n.d.
- Al-‘Umarī, Akram Ḍiyā’. *Madani Mu‘āshara (fī ‘Ahd Risālat)*. Translated by ‘Azrā Nasīm Fāruqī. Islāmābād: Idāra Taḥqīqāt, 2005.
- ‘Abd al-Ḥalīm ‘Uways. *Risālat ke Sāye mein*. Translated by Muqtadā Ḥasan Azharī. Banāras: Idāra al-Buḥūth al-Islāmiyya wa al-Da‘wa wa al-Iftā’ bi al-Jāmi‘a al-Salafiyya, n.d.
- Ḥamīd Allāh, Muḥammad. *Khuṭbāt Bahāwalpur*. Islāmābād: Idāra Taḥqīqāt Islāmī, 2007.

---

[50] Khaṭīb Tabrīzī, Muḥammad ibn ‘Abd Allāh, *Mishkāt al-Maṣābīḥ*, Kitāb al-Īmān, Bāb A‘lā wa Adnā Shu‘bat al-Īmān, Ḥadīth No: 5.

[51] Mubārakpūrī, Ṣafī al-Raḥmān, *Al-Raḥīq al-Makhtūm*, 262.

* Ḥamīd Allāh, Muḥammad. *Muḥammad Rasūl Allāh kī Ḥukūmat wa Jānashīnī*. Lāhawr: al-Maktaba al-Raḥmāniyya, 2006.
* Ḥaydarābādī, Ḥamīd Allāh. *Siyāsī Wathīqa Jāt*. Translated by Abū Yaḥyā Imām Khān Nūshahrī. Lāhawr: al-Maktaba al-Raḥmāniyya, 2005.
* Khaṭīb Tabrīzī, Muḥammad ibn ʻAbd Allāh. *Mishkāt al-Maṣābīḥ*. Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, n.d.
* Mahdī Rizq Allāh. *Sīrat Nabawī*. Mumbai: Dār al-ʻUlūm, 2012.